قال الذی یصلی علیہ اللہ جل جلالہ

"ألا وأنا حبیب اللہ"

قصیدہ بہاریہ

در مدح وتوقیر

سید الکونین النبی الوحید صلی اللہ علیہ وسلم

مع

نقشہ نعل مبارک علی صاحبہ الصلوۃ والسلام

از

حجۃ الاسلام بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم
نانوتوی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قاسمُ العُلوم وَالخیرات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد پیش خدمت قصیدہ بہاریہ صرف مدحیہ کلام ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک فنافی الرسول صاحب حال جامع شریعت و طریقت اور صوفی صافی کا کلام ہے ، اور صاحب دل کا کلام دل سے ہوتا ہے جو کہ دل پر اثر کرتا ہے لہٰذا پڑھنے والوں کے دلوں میں عشق اور عظمت رسول پیدا ہوگی اور اتباعِ سنت کی توفیق ہوگی جس کا مطلوب اور مقصود شرعی ہونا بہت ظاہر ہے ، اور اللہ کے حبیب کی مدح وثنا صلوۃ وسلام کی کثرت کا باعث بھی ہوگا ، حاضر وقت میں عام طور پر نفاق اور توہین تک کے رجحان عام ہو رہے ہیں اسلئے اشاعت ضروری ہوئی ، صاحب قصیدہ کے متعلق ان کے معاصر مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے ہیں ،

" قدر مریدوں کی پیر ہی جانے جو ویسی نظر رکھے وہی جانے "

حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم بانی دار العلوم دیو بند قدس سرہ کے متعلق ان کے پیر و مرشد سید الطائفہ عاشق ذوالجلال والجمال حقیقت آگاہ معرفت دستگاہ اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ مہاجر مکی جو اہل طریقت کی متفق علیہ شخصیت ہیں وہ اپنی کتاب ضیاء القلوب کے آخر میں وصایا کے تحت لکھتے ہیں کہ ۔

جو شخص مجھ سے عقیدت و محبت رکھے وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم سلمہ کو (جو کمالات ظاہری و باطنی کے جامع ہیں) میری جگہ بلکہ مجھ سے بلند تر مرتبہ سمجھے اگرچہ معاملہ ظاہر میں برعکس ہے کہ میں ان کی جگہ (ان کا مرید بنتا) اور وہ میری جگہ (میرے پیر بنتے) ہیں اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کہ ان کے ایسے لوگ اس زمانہ میں نہیں پائے جاتے ہیں، ان کی بابرکت خدمت سے فیض حاصل کرے ، اور سلوک کے طریقے جو اس کتاب (ضیاء القلوب)

میں ہیں ان کے سامنے حاصل کرے، ان شاء اللہ بے بہرہ نہیں رہیگا۔ خدا ان کی عمر میں برکت دے اور معرفت کی تمام نعمتوں اور اپنی قربت کے کمالات سے مشرف فرمائے اور بلند مرتبہ تک پہونچائے اور ان کے نور ہدایت سے دنیا کو روشن کرے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں قیامت تک ان کا فیض جاری رکھے،

نیز حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت حاجی صاحبؒ کی شہادت ہے کہ

"ایسے لوگ صدیوں پہلے پیدا ہوتے رہتے تھے۔ کئی صدی بعد اللہ نے ایسی شخصیت پیدا فرمائی"

حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت نانوتوی کا اپنا بیان

ختم نبوت کے اثبات میں دلائل بیان فرماتے ہوئے کیا خوب کہا ہے کہ "ہم اُن صاحبوں کے مقابلہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس قدر از دیاد قدر سے کہ ان کے خیال میں سات گنا ہو جائے یہ بُرا مانتے ہیں (حالانکہ فی الحقیقت اللہ کے محبوب وممدوح صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب عالیہ اس قدر بلند تر ہیں کہ جس تک انسانی عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی اور جسکی تشریح سے انسانی زبانیں قاصر ہیں) اور قائلین از دیاد قدر کو کافر یا خارج از مذہب اہل سنت سمجھتے ہیں۔ اس شعر کو (اہل بیت کی محبت میں حضرت امام شافعیؒ کا مشہور شعر)

اِنْ کَانَ رِفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ   فَلْيَشْهَدِ الثَّقْلَانِ اَنِّی رَافِضِیْ

بدل کر یوں پڑھتے تھے۔

اِنْ کَانَ کُفْرًا حُبُّ قَدْرِ مُحَمَّدٍ   فَلْيَشْهَدِ الثَّقْلَانِ اَنِّی کَافِرٌ

اتباع سنت کا اہتمام | زندگی کے ہر شعبہ میں اتباع سنت تو ہر بزرگ میں پایا جانا ضروری ہے کہ یہی چیز بزرگی کی علامت ہے۔ قبولیت کا دارومدار بھی اسی چیز پر ہے

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ " الآیۃ

حضرت کا اتباع سنت میں شدت اہتمام کا ایک واقعہ لکھا جاتا ہے ، جان کے بچاؤ کی خاطر تو شریعت میں زبان سے کلمہ کفر کہنے کی بھی اجازت ہے جبکہ دل میں ایمان راسخ ہو۔ لیکن ایسے خطرہ کے موقع پر حضرت نے اتباع سنت میں بھی عزیمت کو نہیں چھوڑا ،

انگریز کے خلاف مسلح جہاد کے جرم میں حضرت کی تلاش تھی۔ حضرت اپنے مکان میں روپوش ہو گئے۔ پھر تین دن کے بعد جبکہ ہنوز زور و شور سے حضرت کی تلاش جاری تھی اور مجاہدین کی گرفتاریاں بھی ہو رہی تھیں حضرت یکایک مکان سے باہر نکل آئے اور کسی کے روکنے سے بھی نہ رکے اور یہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں صرف تین دن ہی رہے تھے ، آگے پھر اللہ تعالیٰ نے جیسے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی ایسے ہی سچے عاشق اور متبع کا بال بھی بیکا نہیں ہوا جب کہ گرفتار کرنے والوں کا سامنا بھی کئی دفعہ ہوا ، جس کی تفصیل حضرت کی سوانح میں ہے ۔

ظاہری علم | ظاہری علم بھی جبکہ اس کے ساتھ ساتھ باطنی نور ہو تب ہی وہ حقیقی علم کہلاتا ہے ، اور نور کا تعلق شعبۂ تصوف ہی سے ہے۔ حضرت کے علوم کے متعلق حضرت کی تصانیف مثلاً تقریر دلپذیر، آب حیات، تحذیر الناس ، اسرار طہارت وغیرہ شاہد ہیں ، اور شاگردوں میں دار العلوم کے پہلے طالب علم حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کا نام نامی ہی کافی ہے ، جن کے شاگردوں میں حضرت شیخ الاسلام مدنی اور حکیم الامت مجدد الملت محی السنۃ ماحی البدعۃ تھانوی جیسے حضرات تھے ،

غیر مقلدین کے نہایت جوشیلے امام علامہ محمد حسین بٹالوی نے ایک دفعہ حضرت سے فاتحہ خلف الامام ، رفع یدین آمین بالجہر وغیرہ بہت سے مختلف فیہ مسائل میں گفتگو کی۔ مولانا محمد حسین صاحب مذہب احناف بیان فرماتے اور حضرت دلائل سے اسے ثابت کرتے۔ حضرت کی تقریروں کے درمیان مولانا محمد حسین صاحب جھوم جھوم جاتے اور بعض اوقات جوش میں سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے کہتے کھڑے ہونے کے قریب ہو جاتے۔ جب گفتگو ختم ہو چکی تو مولوی محمد حسین صاحب

کی زبان سے بیساختہ یہ فقرہ نکلا کہ مجھے "تعجب ہے کہ آپ جیسا شخص اور مقلد ہو" یعنی باایں زور علم و فراست و قوت استنباط تقلید کے کیا معنی؟ اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا "اور مجھے تعجب ہے کہ آپ جیسا شخص اور غیر مقلد ہو" اھ مختصراً

والفضل ما شہدت بہ الأعداء | مشہور مناظرہ میلہ خداشناسی میں آریہ سماج کے سب سے بڑے پنڈت دیانند سرسوتی دوران مناظرہ میں حضرت کی تقریر سن کر لاجواب ہو کر بے ساختہ پکار اٹھا کہ "اس شخص کے سر پر علم کی دیوی ناچتی ہے

شیعوں کی بے ادبی کے قصد کا عبرتناک واقعہ | حضرت نانوتوی کے عام طور پر عیسائی پادریوں اور ہندو مذہب خصوصاً آریوں اور شیعوں کے مناظرے مشہور ہیں،

بروایت حضرت مولانا عبداللہ فاروقی قدس سرہ ایک مناظرے کی فضا خراب کرنے اور حضرت کی تضحیک کے ارادہ سے رافضیوں نے اپنی سرشت کے مطابق یہ منصوبہ بنایا کہ ایک زندہ آدمی کو لٹا کر جنازہ کی شکل بنائی اور حضرت سے عرض کیا کہ یہ ایک جنازہ تیار ہے آپ نماز پڑھادیں۔ حضرت نے بہت انکار فرمایا کہ آپ اپنے مذہب کے آدمی سے جنازہ پڑھواؤ مجھ سے کیا مطلب، انھوں نے بہت منت سماجت کی کہ اس کی وصیت تھی کہ آپ جنازہ پڑھادیں۔ اس وقت حضرت کو جوش آیا اور فرمایا لاؤ میں پڑھادوں چنانچہ پڑھادیا۔ اب شیعوں نے منصوبے کے مطابق لیٹے ہوئے آدمی کو دیکھا کہ شور مچانے کے لئے نہیں اٹھا تو چارپائی ٹھونکی کہا کہ بھائی اٹھ۔ اس کے جواب میں حضرت نے آہستہ سے فرمایا کہ جاکے دفن کردو کہ اب یہ قیامت کے دن اٹھے گا، کپڑا اٹھاکے دیکھا تو وہ شخص مردہ تھا۔ شیعوں کو بہت ندامت اور ذلت اٹھانی پڑی۔

اللھم انا نعوذ بك من غضبك وغضب رسولك صلی اللہ علیہ وسلم وغضب اولیائك۔

آمین یارب العلمین

اللہ معاف کرے

محمد اقبال مدینہ منورہ

۱۷ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصیدۂ بہاریہ در نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نہ ہووے نغمہ سرا کس طرح سے بلبلِ زار
کہ آئی ہے نئے سر سے چمن چمن میں بہار

ہر اک کو حسبِ لیاقت بہار دیتی ہے
کسی کو برگ کسی کو گل اور کسی کو بار

کیا ہے بھیج کے سیل آبِ چاہ کو معزول
بجائے بادِ صبا بوئے گل ہے کارگذار

کریں ہیں مرغِ چمن سارے مشق موسیقی
کہ گانے ہیں انھیں اس سال شکرِ حق میں ملار

بہارِ گل کی خبر سن کے چھڑکے ہے پانی
سحاب سبزۂ پژمردہ پر کہ ہو ہوشیار

پھریں ہیں کھیلتے آبِ روان و بادِ صبا
کھلیں ہیں غنچے ہنسیں ہیں گل اور خوش ہے ہزار

خوشی سے مرغِ چمن ناچ ناچ گاتے ہیں
کفِ ورق سے بجاتے ہیں تالیاں اشجار

اچھلتے ہیں کہیں دیکھ اک طرف کو فوارے
کہیں ہیں کودتے اونچے سے آب پر اثمار

چمن کو دیکھ کے پھولا پھلا ہوا قمری
کرے ہے سرو پہ تسبیح حق پکار پکار

ہوا ہے چرخ کا سب ابکے صَرف بارشِ آب
زمین سے اسے ہووے گی حاجتِ امطار

چمن میں کثرتِ گل سے رہی نہ گنجایش
پھرے ہے چار طرف بوئے گل خدائی خوار

عجب نہیں جو جمیں آبِ تیغ سے پھر سر
کہ نام آب ہی نشو و نما کو ہے درکار

سمجھ کے تخمِ بشر کیا عجب جو مردوں کو
قوای نامیہ دیں اب کی بار برگ و بار

یقیں ہے اب کے تروتازگی کے باعث سے
بغیر آگ کے پکنا ہو کشت کا دشوار

جو بوئیں ہاتھ سے اپنے ہی زاہدانِ خشک
تو نکلے شجرۂ طوبیٰ زدانہ ہائے شمار

شرار دانۂ بارود کو لگیں ھیں پھول
عموم فیض بہاری سے آگ ہے گلزار

یہ فیض عام ہے سر پہ ہرن کے شاخیں ہیں
بدن میں شیر کے گل اور دم میں سیہ کے خار

بجھائی ہے دل آتش کی بھی تپش یارب
کرم میں آپ کو دشمن سے بھی نہیں انکار

بساط سبز مشجر بنا ہے صحن چمن
پڑا جو سطح پہ سبزہ کے سایۂ اشجار

ہوا کو غنچۂ دل بستہ کی ہے دلجوئی
ادھر ہے آب تلک شاخ و برگ سب پہ نثار

کرے ہے سبزۂ نوخاستہ پہ گل سایہ
اُڑھاتی آب رواں کی ہیں چادریں انہار

یہ قدر خاک ہے ہیں باغ باغ وہ عاشق
کبھی رہے تھا سدا جن کے دل کے بیچ غبار

نہ ہووے رشک سے لالہ کے دل پہ کب تک داغ
کہ گل ہے سوختہ جاں تھی جو شمع آتشبار

نہ ہووے دنگ کوئی کب تلک کہ لالہ و گل
نکالیں سبز شجر سبزہ سرخ گل سے عذار

جلائے گر کہیں ہم شکل شاخ شمع کو بھی
دھوئیں بکھیرتے آتش کے دم میں بادِ بہار

یہ ربط ہے گل و بو میں اگر جدا ہو بو
تو جان کھونے کو ہو اپنی گل وہیں تیار

لگائے منہ بھی نہ گلدم خدا کی قدرت ہے
اور اس کی دم سے لگا یوں پھرے گل بے خار

چنور سنہری بنائے ہیں ہر شجر کے لئے
شعاع کی مہ و خور میں لگا کے چرخ نے تار

سمجھ کے غنچۂ لالہ کرے ہے گل ورنہ
نسیم تیز کو کچھ شمع سے نہیں پیکار

جو شکل شاخ بنا کر کے شمع کچھ مانگے
تو منصب شجر طور ہی دلائے بہار

یہ سبزہ زار کا رتبہ ہے شجرۂ موسیٰ
بنا ہے خاص تجلی کا مطلع انوار

اسی لئے چمنستاں میں رنگ مہندی نے
کیا ظہور ورق ہائے سبز میں ناچار

ہنود کو ہے گماں دیکھ کر یہ اعجوبہ — کہ اب کے لیں ہیں جنم سبزہ زار میں اوتار

نزاکت چمنستاں بیان کیا کیجے — کہ صنع حق کے تئیں دیکھ عقل ہے بیکار

نہ شاخ گل کے تئیں تاب بار شبنم ہے — نہ کوئی لحمہ ہے شبنم کو دھوپ ہی کی سہار

ہوا کی ایک ٹھسک سے ہے چور چور حباب — رگڑ سے آب کی ڈھا گئیں ہیں آب جو کی نگار

پڑے پھپھولے حبابوں کی نرمیٔ تن سے — بندھا جو بوندوں کا کثرت سے تن پہ ان کے تار

گرا دیا ہے تلے گل نے بار سایہ کو — کہ رنگ و بو کا اٹھانا بھی تھا اسے دشوار

نہ ہو کہاں تئیں آب رواں کا پتلا حال — خراش سبزہ بچا سر پہ سایۂ گل بار

پچھاڑ کھا کے گرے ہے چمن میں چادر آب — ہوا ہے کثرت لغزش سے آب بھی ناچار

کمر پہ بار گراں بوئے گل تلے پھسلن — نہ لڑکھڑائے کہاں تک ہوا دم رفتار

جو گر پڑے تو اٹھا جا نہ سایۂ گل سے — نہ تھم سکے جو پھسل جائے موجۂ جوبار

کہاں زمین کہاں یاسمین و لالہ و ورد — فلک بھی گرد ہوا دیکھ کر چمن کی بہار

زمیں سے چرخ ہے ہر طرح اب کے شرمندہ — زمیں میں گڑ جا اگر چرخ کی بسے کچھ پار

دکھائے چرخ اگر اپنے چاند و سورج کو — مقابلہ پہ ہر اک حوض باغ ہو تیار

کٹے ہیں آپ زمیں نے جواب بارش ہیں — بجائے بوندوں کے فوارے اس طرف تیار

پہونچ سکے شجر طور کو کہیں طوبے — مقام یار کو کب پہنچے مسکن اغیار

زمین و چرخ میں ہو کیوں نہ فرق چرخ و زمیں — یہ سب کا بار اٹھائے وہ سب کے سر پہ بار

کرے ہے ذرۂ کوئے محمدی سے خجل — فلک کے شمس و قمر کو زمین لیل و نہار

فلک پہ عیسی و ادریس ہیں تو خیر سہی — زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمد مختار

فلک پہ سب سہی پر ہے نہ ثانیٔ احمد — زمیں پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمدی سرکار

نثار کیا کروں مفلس ہوں نام پر اسکے
فلک سے عقد ثریا لوں نے اگر وہ ادھار

ثنا کر اس کی فقط قاسم اور سب کو چھوڑ
کہاں کا سبزہ کہاں کا چمن کہاں کی بہار

ثنا کر اس کی اگر حق سے کچھ لیا چاہے
تو اس سے کہہ اگر اللہ سے ہے کچھ درکار

الہی کس سے بیاں ہو سکے ثنا اس کی
کہ جس پہ ایسا تری ذات خاص کا ہو پیار

جو تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو
نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار

کہاں وہ رتبہ کہاں عقل نارسا اپنی
کہاں وہ نور خدا اور کہاں یہ دیدۂ زار

چراغ عقل ہے گل اس کے نور کے آگے
زباں کا منھ نہیں جو مدح میں کرے گفتار

جہاں کہ جلتے ہوں پر عقل کل کے بھی پھر کیا
لگی ہے جان جو پہنچیں وہاں مرے افکار

مگر کرے مری روح القدس مددگاری
تو اس کی مدح میں میں بھی کروں رقم اشعار

جو جبرئیل مدد پر ہو فکر کی میرے
تو آگے بڑھ کے کہوں اے جہاں کے سردار

تو فخر کون و مکاں زبدۂ زمین و زماں
امیر لشکر پیغمبراں شہ ابرار

خدا ترا تو خدا کا حبیب اور محبوب
خدا ہے آپ کا عاشق تم اس کے عاشق زار

تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی
تو نور شمس گر اور انبیا ہیں شمس نہار

حیات جان ہے تو ہیں اگر وہ جانِ جہاں
تو نورِ دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدۂ بیدار

طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی
بجا ہے کہیے اگر تم کو مبدء الآثار

جلو میں تیرے سب آئے عدم سے تا بہ وجود
قیامت آپ کی تھی دیکھئے تو اک رفتار

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

گرفت ہو تو ترے ایک بندہ ہونے میں
جو ہو سکے تو خدائی کا اک تری انکار

بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال
بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار

جو دیکھیں اتنے کمالوں پہ تیری یکتائی
رہے کسی کو نہ وحدت وجود کا انکار

یہ اجتماع کمالات کا تجھے اعجاز
دیا تھا تا نہ کریں انبیا، کہیں تکرار

تو ہے آئینہ کمالات کبریائی کا
وہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوۂ دیدار

پہنچ سکا ترے رتبہ تلک نہ کوئی نبی
ہوئے ہیں معجزہ والے بھی اس جگہ ناچار

جو انبیا رہیں وہ آگے تری نبوت کے
کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار

لگاتا ہاتھ نہ پتلہ کو بوالبشر کے خدا
اگر ظہور نہ ہوتا تمہارا آخر کار

خدا کے طالب دیدار حضرت موسی
تمہارا لیجیے خدا آپ طالب دیدار

کہاں بلندی طور اور کہاں تری معراج
کہیں ہوئے ہیں زمین آسمان بھی ہموار

جمال کو ترے کب پہنچے حسن یوسف کا
وہ دل ربائے زلیخا تو شاهد ستار

اگر قمر میں کچھ آجائے تیرے چہرہ کا نور
تو رات دن ہو اور آگے ہو اس کے دن شب تار

جمال ہے ترا معنی حسن ظاہر میں
کیا ہے معجزہ سے تو نے آپ کو اظہار

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نجانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار

سوا خدا کے بھلا تجھ کو کیا کوئی جانے
تو شمس نور ہے شپر نمط اولوا الابصار

سما سکے تری خلوت میں کب نبی و ملک
خدا غیور تو اس کا حبیب اور اغیار

جو آئینہ میں پڑے عکس خال کا تیرے
تو رشک مہر کا ہو جائے مطلع الانوار

تمہارا خال قدم دیکھ رشک سے مہ کے
جگر پہ داغ ہے سورج کو ہے عذاب النار

نہ بن پڑا وہ جمال آپ کا سا اک شب بھی
قمر نے گو کہ کروڑوں کئے چڑھاؤ اتار

اگر پڑے ترے تلوے میں عکس سورج کا
تو آگے نور قدم کے ہو تیرے خال شمار

سفید دیدۂ بے نور سا ہے دیدۂ خور
بصیر ہونے کو تلوے کا تل ہے تیرے بکار

بنا شعاعوں کی جاروب تیرے کوچہ سے جو
کرے ہے دور اندھیرے کا روز گرد و غبار

اگر ترے رخ روشن سے گل کو دوں تشبیہ
شعاع مہر کو ہو آرزوئے منصب خار

مربی مہ و خور ذرے تیرے کوچے کے
معلم الملکوت آپ کا سگِ دربار

خوشا نصیب یہ نسبت کہاں نصیب مرے
تو جس قدر ہے بھلا میں برا اسی مقدار

نہ پہنچیں گنتی میں ہرگز ترے کمالوں کی
مرے بھی عیب شہ دوسرا اشر ابرار

قبول جرم سے امت کے تیری کھا دھوکا
عجب نہیں ہے جو شیطان بھی ہو نیکوکار

جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ تیرا اس کی نعش
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

عجب نہیں تری خاطر سے تیری امت کے
گناہ ہوویں قیامت کو طاعتوں میں شمار

بکیں گے آپ کی امت کے جرم ایسے گراں
کہ لاکھوں مغفرتیں کم سے کم پہ ہوں گی نثار

کفیل جرم اگر آپ کی شفاعت ہو
تو قاسمی بھی طریقہ ہو صوفیوں میں شمار

ترے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرۂ طاعت
گناہ قاسم برگشتہ بخت بد اطوار

گناہ کیا ہے اگر کچھ گنہ کئے میں نے
تجھے شفیع کہے کون گر نہ ہوں بدکار

تمہارے حرف شفاعت پہ عفو ہے عاشق
اگر گناہ کو ہے خوف غصۂ قہار

یہ سن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں
کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار

ترے لحاظ سے اتنی تو ہو گئی تخفیف
بشر گناہ کریں اور ملائک استغفار

دعا تری مرے مطلب کی ہو اگر حامی
تو بخت بد کو ملے حق کے گھر سے بھی پھٹکار

یہ ہے اجابت حق کو تری دعا کا لحاظ
قضا مبرم و مشروط کی سنیں نہ پکار

خدا ترا تو جہاں کا ہے واجب الطاعۃ
جہاں کو تجھ سے تجھے اپنے حق سے ہے سروکار

قضا کو تیری یہ خاطر مگر تجھے وہ ہے
قضا رحق سے نیاز اور نیاز کا اقرار

اگر جواب دیا بیکسوں کو تو نے بھی
تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استفسار

کروڑوں جرموں کے آگے یہ نام کا اسلام
کریگا یا نبی اللہ کیا مرے پہ پکار

دکھائے دیکھئے کیا اپنا طالع بد ہیں
نگاہِ لطف تری ہو نہ گر مری غم خوار

برا ہوں بد ہوں گنہگار ہوں پہ تیرا ہوں
ترا کہیں ہیں مجھے گو کہ ہوں میں ناہنجار

لگے ہے سگ کو ترے میرے نام سے گو عیب
پہ تیرے نام کا لگنا مجھے ہے عز و وقار

تو بہترین خلائق میں بدترین جہاں
تو سرور دو جہاں میں کمینہ خدمت گار

بہت دنوں سے تمنا ہے کیجئے عرض حال
اگر ہو اپنا کسی طرح تیرے در تک بار

وہ آرزوئیں جو ہیں مدتوں سے دل میں بھری
کہوں میں کھول کے دل اور نکالوں دل کا بخار

مگر جہاں ہو فلک آستاں سے بھی نیچا
وہاں ہو قاسمِ بے بال و پر کا کیونکہ گذار

نہ جبرئیل کے پر ہیں نہ ہے براق کوئی
جو اڑ کے در تئیں پہونچوں تمہارے یا ہو سوار

کشش پہ تیری لئے اپنا بار بیٹھے ہیں
تکے ہے تیری طرف کو یہ اپنا دیدۂ زار

یہ میری جان نکمی سی تھی سو اس کے بھی
پڑے ہیں چرخ و زماں پیچھے باندھ کر ہتھیار

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسمِ بے کس کا کوئی حامی کار

دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی
کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار

جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا
بنے گا کون ہمارا ترے سوا غم خوار

لیا ہے سگ نمط ابلیس نے مرا پیچھا
ہوا ہے نفس موا سانپ سا گلے کا ہار

وہ عقل بے خرد اپنی یہ زور حرص ہوا
اسے سمجھاؤں میں یا ان سے آکے ہوں دو چار

دکھائے ہے مرے دل کے لبھانے کو ہر دم
ہزار طرح کے دنیائے کہنہ سال سنگار

ادھر ہجوم تمنا ادھر نصیبوں سے
کرے ہے بخت زبوں ہر امید سے انکار

رجا و خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ / جو تو ہی ہاتھ لگائے تو ہووے بیڑا پار

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ / کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں / مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھکو مور و مار

جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب مرے / کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار

اڑا کے باد مری مشتِ خاک کو پسِ مرگ / کرے حضور کے روضے کے آس پاس نثار

دے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاک قاسم کا / کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار

مگر نسیم مدینہ ہے گرد باد بنا / کشاں کشاں مجھے لے جا جہاں ہے تیرا مزار

ہوس نہیں مجھے اس سے بھی کچھ رہی لیکن / خدا کی اور تری الفت سے میرا سینہ فگار

لگے وہ تیر غمِ عشق کا مرے دل میں / ہزار پارہ ہو دل خون دل میں ہو سرشار

لگے وہ آتشِ عشق اپنی جان میں جس کی / جلادے چرخ ستمگر کو ایک ہی جھونکار

صدائے صورِ قیامت ہو اپنا اک نالہ / بجھائے برق ہو اپنی ہی آہ آتشبار

چبھے کچھ ایسے مرے نوکِ خارِ غم دل میں / کہ چھوٹے آنکھوں کے رستے اک لہو کی فوار

یہ ناتواں ہوں غمِ عشق میں کہ جائے نکل / ذرا بھی جان کو اوپر کا سانس دے جو سہار

تمہارے عشق میں رو رو کے ہوں نحیف اتنا / کہ آنکھیں چشمۂ آبی سے ہوں درونِ غبار

یہ لاغری ہو؟ کہ جانِ ضعیف کو دمِ قتل / نہ ہووے ساتھ اٹھانا بدن کا کچھ دشوار

رہے نہ منصبِ شیخ المشائخی کی طلب / نہ جی کو بھائے یہ دنیا کا کچھ بناؤ سنگار

ہوا اشارہ میں دو ٹکڑے جوں قمر کا جگر / کوئی اشارہ ہمارے بھی دل کے ہو جا پار

یہ کیا ہے شور و غل اتنا سمجھ تو کچھ قاسم / نہ کچھ بڑا ترا رتبہ نہ کچھ بلند تبار

تو تھام اپنے تئیں حد سے پا نہ دھر باہر / سنبھال اپنے تئیں اور سنبھل کے کر گفتار

ادب کی جا ہے یہ چپ ہو تو اور زباں کر بند
وہ جانے چھوڑ اسے پر نہ کر تو کچھ اصرار

دلِ شکستہ ضروری ہے جوشِ رحمت کو
گرے ہے باز کہیں جب تلک نہ دیکھے شکار

وہ آپ رحم کریں گے مگر سنیں تو سہی
شکستِ شیشۂ دل کی ترے کبھی جھنکار

بس اب درود پڑھ اس پر اور اس کی آل پہ تو
جو خوش ہو تجھ سے وہ اور اس کی عترتِ اطہار

الٰہی اس پہ اور اس کی تمام آل پہ بھیج
وہ رحمتیں کہ عدد کر سکے نہ ان کو شمار